صرف اسلام ہی دنیا کو ہولناک تباہی سے بچا سکتا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵؍اگست ۱۹۶۷ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

☆ نہایت ہی مبارک اور کامیاب سفر یورپ کے مشاہدات کا تفصیلی تذکرہ۔

☆ اللہ تعالیٰ کے فضل کی بارش اور رحمت کے نشانات دیکھ کر دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے معمور ہے۔

☆ چند نہایت ہی مبشر خوابوں کا تذکرہ۔

☆ خدا تعالیٰ جب بشارتیں دیتا ہے تو ان کے پورا کرنے کے سامان بھی پیدا کرتا ہے۔

☆ امن کا پیغام اک حرف انتباہ۔

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

احباب جماعت اور اس عاجز بندے پر اللہ تعالیٰ کے فضل کی بارش اور اس کی رحمت کے نشانات اُترتے دیکھ کر دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے معمور ہے اور ایسا معلوم ہوتا کہ دنیا کے سارے سمندر محبت اور حمد اور تعریف کا پیراہن پہن کر اس چھوٹے سے دل میں سما گئے ہیں اور خدا کی حمد چاروں طرف بڑی موجوں کی شکل میں ابھر رہی اور موجزن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے (جیسا کہ اس نے اس سفر سے قبل خود بتایا تھا) اس سفر کو محض اپنے فضل سے اسلام کے لئے بہت ہی بابرکت ثابت کیا ہے۔

قبل اس کے کہ میں اپنی وہ رؤیا بیان کروں جو میں نے جانے سے قبل دیکھی تھی میں ایک اور دوست کی رؤیا بیان کرنا چاہتا ہوں۔ایک دوست نے مجھے لکھا (مجھے یاد نہیں رہا کہ روانگی سے چند روز قبل یا روانہ ہونے کے بعد چند روز کے اندر مجھے یہ خط ملا تھا) کہ میں نے رؤیا میں دیکھا ہے کہ کچھ مخالفت ہو رہی ہے بیرونی بھی اور اندرونی بھی۔اور بعض معترض یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ رؤیا اور خواب بہت سنانے لگ گیا ہے۔

اس خواب کی تعبیریں میرے ذہن میں آئیں جن میں سے ایک کا ذکر میں اپنی کراچی والی تقریر میں کر چکا ہوں اور ہر دو کا ذکر اس وقت یہاں کرنا چاہتا ہوں۔ جب میں نے اپنے اس دوست کی خواب پڑھی تو میری توجہ اللہ تعالیٰ نے اس طرف پھیری کہ اس سفر کے دوران بہت سی بشارتیں ملیں گی اور دوسرے یہ کہ مجھے ان بشارتوں کا ذکر جماعت کے سامنے کر دینا چاہئے۔ کیونکہ جب تک بشارتیں نہ ملیں اور ان کا ذکر بھی جماعت کے سامنے نہ کیا جائے۔ معترض اعتراض نہیں کرسکتا۔یعنی اگر بشارت ہی کوئی نہ ملے تو اس قسم کا اعتراض کرنے والا ذہن سوچ ہی نہیں سکتا۔اگر بشارتیں ملیں اور انکا ذکر نہ کیا جائے۔تب بھی یہی حال ہے۔پس اس دوست کی اس خواب سے میں ایک طرف بہت خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ بہت سی

بشارتوں کے سامان پیدا کرے گا اور حاسد کے لئے حسد کے سامان بھی بہت سے پیدا کرے گا اور دوسری طرف میں نے خیال کیا کہ مجھے خاموش نہیں رہنا چاہیئے بلکہ جماعت کے سامنے ان باتوں کا ذکر کر دینا چاہیئے۔

اس رؤیا کے بتانے کے بعد اب میں اپنی وہ رؤیا بتاتا ہوں جو روانگی سے چند روز قبل میں نے دیکھا۔ جس وقت تحریک جدید کی طرف سے اس خواہش کا اظہار کیا گیا کہ کوپن ہیگن کی مسجد کا افتتاح میں خود وہاں جا کر کروں اور دراصل یہ وہاں کی جماعت کی خواہش تھی جو انہوں نے مجھ تک پہنچائی تھی اور جب یورپ کے دوسرے مشنوں کو معلوم ہوا کہ میں مسجد کے افتتاح کے لئے کوپن ہیگن آرہا ہوں تو وہاں سے مطالبے آنے شروع ہوئے کہ اگر آپ ڈنمارک آئیں تو ہمارے مشن میں بھی آئیں چنانچہ یہ پروگرام بنا کہ اگر جائیں تو یورپ کے سارے مشنوں کا دورہ بھی کریں۔ لیکن میرے دل میں پورہ انشراح پیدا نہیں ہوا تھا اور تحریک مطالبہ کر رہی تھی کہ کافی وقت پہلے ان کو اطلاع دینی چاہیئے تا وہاں انتظامات ہوسکیں۔ اس پر میں نے انہیں کہا کہ ان سے یہ کہہ دیا جائے کہ وہ اپنی طرف سے پوری تیاری کر لیں۔ تا کہ اگر جانے کا پروگرام بنے تو ان کو کوئی دقت پیش نہ آئے لیکن اپنے ذہن میں یہ بھی کہ ضروری نہیں کہ میں اس سفر کو اختیار کروں تا کہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مایوس نہ ہوں۔ غرض یہ مشروط پروگرام ان کو دیا گیا اور یہاں میں نے جماعت میں دعا کیلئے تحریک کی۔ بعض دوستوں کو خاص طور پر خطوط لکھوائے اور بعض کو کہلوا کے بھیجا۔ دوستوں نے بھی بڑی دعائیں کیں اور میں بھی اپنی طاقت اور استعداد کے مطابق دعائیں کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ لیکن پورا انشراح نہیں ہو رہا تھا۔ بہت سے دوستوں نے مبشر خوابیں بھی دیکھیں بعض نے بشارتوں کیساتھ بعض منذر حصے بھی دیکھے۔ خود میں نے دو تین خوابیں ایسی دیکھیں جن میں مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ واپسی پر کچھ بدمزگی وغیرہ پیدا ہوگی یا کوئی خطرہ پیش آئے گا۔ لیکن وہ سارے نظارے واپسی کے تھے جس میں یہ اشارہ پایا جاتا تھا کہ سفر کے لئے روانگی ہوگی کیونکہ روانگی کے بغیر واپسی نہیں ہوا کرتی۔ لیکن پھر بھی طبیعت میں پورا انشراح نہیں تھا۔ تب قریباً آٹھ دس روز پہلے میں نے اپنے ربّ کے عظیم نور کا ایک حسین نظارہ دیکھا۔ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ہم قادیان میں ہیں اور عرفانی صاحب کے مکان میں کوئی تقریب ہے جس میں مجھے اور منصورہ بیگم کو بھی بلایا گیا ہے اور وہ تقریب عصر کے بعد ہے چنانچہ اس کیلئے ہم روانہ ہوئے۔ ہم حضرت مرزا

سلطان احمد صاحب کے مکانوں میں سے گزر کر اس گلی میں سے گزرے جو اس چوک میں داخل ہوتی ہے جہاں ڈاکٹر احسان علی صاحب کی دوکان تھی اور وہیں سے بائیں طرف الحکم سٹریٹ میں داخل ہو جاتی ہے۔ہم بھی اس چوک سے ہو کر الحکم سٹریٹ میں داخل ہوئے۔ ہمارے ساتھ کچھ اور آدمی بھی ہیں (وہی قادیان کا نظارہ ہے۔جس کی اینٹ اینٹ ہمیں یاد ہے اور ہم اسے کبھی نہیں بھول سکتے) بہر حال ہم عرفانی صاحب کے مکان پر آئے۔اس مکان کا فرنٹ بالکل وہی تھا جو پہلے تھا وہی چھوٹا سا دروازہ جو اس کا ہوا کرتا تھا ہم اس دروازے میں داخل ہوتے ہیں۔لیکن جب میں اس گھر میں داخل ہوتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ عرفانی صاحب کا مکان نہیں بلکہ وہ ایک بہت بڑے قلعے کا دروازہ ہے۔جس میں سے ایک وقت میں پانچ سات کاریں گزر سکتی ہیں غرض وہ اتنا بڑا دروازہ ہے۔اس دروازے میں سے گزر کر ہم صحن میں آئے۔پرانے قلعوں کے دروازے خالی نہیں ہوتے تھے۔بلکہ قلعہ کا دروازہ ایک کمرہ کے اندر کھلتا تھا۔اور پھر اس کمرہ کا دروازہ آگے صحن میں کھلتا تھا۔بہر حال اس قلعہ کا بہت بڑا انٹرنس ہال ہے جس میں ہم داخل ہوئے ہیں اور جو صحن ہے وہ اس طرح کا ہے جیسے کوئی ٹیلہ ہو اور نہایت خوبصورت سبزہ اس پر اُگا ہوا ہے اور پھول بھی ہیں۔پھر خوب سجایا گیا ہے۔

اور قلعہ کا باغیچہ جو ایک ٹیلہ پر ہے اس طرح ہے کہ سامنے کی طرف اور ہر دو پہلوؤں کی طرف کچھ سلوپ (Slope) اور ڈھلوان ہے مجھے یاد نہیں اور نہ ہی خواب میں مجھے پتہ لگا کہ کون ہمیں اس طرف لے جا رہا ہے بہر حال کوئی ہمیں اس طرف لیجانے والا تھا اور وہ ہمیں اس ٹیلہ کے اوپر لے گیا جہاں ایک کاؤچ بچھا ہوا ہے۔اور اس نے مجھے اور منصورہ بیگم کو کہا کہ آپ یہاں بیٹھیں۔وہاں کئی سو آدمی موجود ہیں جو ان کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں جو گھاس کے تختوں پر بچھی ہوئی ہیں۔اس وقت تک کہ ہم اس کاؤچ یعنی صوفہ سیٹ کے اوپر بیٹھیں۔ہمیں پیچھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔سامنے ہی نظر آ رہا تھا۔لیکن جب ہم وہاں بیٹھے (بائیں طرف منصورہ بیگم ہیں اور دائیں طرف میں ہوں) اور منہ اوپر کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس قلعے کی دیوار کے اندر کا حصہ جو ہمارے سامنے تھا۔ایسی ہی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا کہ کوئی انسانی ہاتھ ایسی خوبصورتی پیدا نہیں کرسکتا اور نہ ہی کسی انسان کے تصور میں وہ چیز آ سکتی ہے۔جب تک اللہ تعالیٰ اپنی کسی خاص مشیت کے ماتحت اسے وہ خوبصورتی نہ دکھائے اور جتنا بڑا دروازہ اور ڈیوڑھی اس قلعہ کی تھی۔اسی نسبت سے وہ دیوار تھی۔یعنی کئی سَو گز۔نصف اس کے دائیں طرف اور نصف بائیں طرف ہمارے آگے

اور جہاں وہ دیوار ختم ہوتی ہے اس کے ساتھ ہی (قلعے مستطیل ہوتے ہیں) ایک ایک کمرہ دونوں طرف کا مجھے نظر آیا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے اسکا کچھ نہیں دیکھا اور ان کمروں کی دیواریں بھی اسی خوبصورتی سے سجائی گئی ہیں اور یہ قلعہ دومنزلہ تھا جس ڈیوڑھی میں سے ہم گزر کر آئے ہیں وہ دومنزلہ عمارت سے اوپر نکل جاتی تھی اور جیسا کہ قلعوں کے اندر عام طور پر گنبد ہوتے ہیں۔ اس کے دونوں کناروں پر گنبد تھے اور وہ سارا حصہ جس پر ہماری نظر پڑتی تھی نہایت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ کوئی بلب یا ٹیوب ہمیں نظر نہیں آتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قلعے کی دیوار کے ہر ذرّہ سے روشنی چھن کے باہر آ رہی ہے اور وہ روشنی مختلف رنگوں کی تھی یعنی سرخ زرد۔ سبز اور گلابی وغیرہ۔ میں ان رنگوں کو گن نہیں سکا۔ بہر حال وہ مختلف رنگ تھے اور ان کے ملنے سے نہایت ہی خوبصورت منظر بنتا تھا اتنا خوبصورت کہ میں اپنی پوری توجہ کیساتھ اس حسن میں کھویا گیا اور ایک لمبا عرصہ میں خود فراموشی کے عالم میں الٰہی حسن کے اس حسین منظر میں گم رہا۔ پھر کچھ عرصہ بعد میں نے اس حسن کی تفصیل پر غور کرنا شروع کیا۔ جس جگہ یہ کاؤچ تھا وہ دوسری منزل کے چھت کے عین سامنے اس سے ذرا نیچے تھا۔

یعنی ہمارے سامنے دوسری منزل کی چھت کے نیچے وہ جگہ آتی تھی۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ ڈیوڑھی کی چھت دومنزلوں سے بھی اوپر تیسری منزل تک چلی گئی تھی۔ جب میں نے تفصیلی غور کرنا شروع کیا تو میری پہلی تفصیلی توجہ ڈیوڑھی کے اس حصہ پر پڑی جو دوسری منزل کی چھت کے اوپر نکلا ہوا تھا اور کافی غور کرنے کے بعد میں نے یہ دیکھا کہ قریباً ۵۵-۶۰ فٹ چوڑی ڈیوڑھی کے اوپر نہایت خوبصورت رنگوں سے لکھا ہوا یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا میرے سامنے نمودار ہوا اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ اسے دیکھ کر میرے اندر ایک عجیب روحانی کیفیت پیدا ہوئی۔ پھر میں نے اس حسین اور منور دیوار پر اور زیادہ تفصیلی غور کرنا شروع کیا تو میں نے دیکھا کہ جو سبز رنگ کے قطعے دیوار کے اوپر مجھے چار لائنوں میں نظر آتے ہیں اور نظر کو وہ ایک چوکھٹہ سا معلوم ہوتا ہے۔ وہ محض خوبصورتی کے لئے ہی نہیں بلکہ وہ اشعار ہیں اور ساری دیوار کے اوپر سبز رنگ میں لکھے ہوئے ہیں۔ کہیں وہ شعر (پورا قطعہ) مربع بناتے ہیں اور کہیں ایک شعر (دومصرعے) ایک مستطیل بنا رہے ہیں اور ان کو نہایت خوبصورتی کیساتھ ساری دیوار کے اوپر سجایا گیا ہے اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ میرا سہرا ہے اور مجھے خیال آتا ہے کہ مجھے ان لوگوں نے بتایا ہی نہیں تھا اور میری شادی کا انتظام کر دیا ہے۔ اور میرا سہرا یہاں اس

خوبصورتی کیساتھ لکھ دیا ہے۔

پھر میں نے اس سجاوٹ پر اور غور کیا تو میں نے یہ دیکھا کہ ساری دیوار کے اوپر وہ سارے پھول اور اشعار اور اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ جو نظر آتے تھے وہ خشک میووں بادام اور پستہ وغیرہ سے بنائے گئے ہیں۔ اور ان کو اس طرح سجایا گیا ہے کہ شکلیں الفاظ کی نظر آ رہی ہیں اور ان کے نیچے سے روشنی چھن کے آ رہی ہے۔ سوائے ہر دو برج کی دیواروں کے جن کی سجاوٹ کیلوں (پھل) سے کی گئی تھی۔ پھر میں نے ان اشعار میں سے ایک شعر پڑھا لیکن بیدار ہونے کے بعد وہ مجھے یاد نہیں رہا۔ پھر میں نے دائیں طرف دیکھا۔ وہ دو منزلہ کمرہ جو ایک ہی کمرہ دائیں بازو کا مجھے نظر آ رہا تھا اور سجا ہوا تھا اس کی دوسری منزل اتنی بڑی تھی جتنی یہ ہماری چھت ہے۔ اس کی پوری دیوار پر ایک کم عمر لڑکی کی تصویر ہے اور جب میں نے اس کو غور سے دیکھنا شروع کیا تو وہ مجھے ایک شبہہ نظر آئی جس کے سر پر دوپٹہ تھا اور سر آگے جھکا ہوا تھا۔ جیسا کہ وہ کوئی مسلمان لڑکی ہو پھر میں نے دیکھا کہ وہ نماز کی (قیام کی) حالت میں ہے۔ یعنی اس نے ہاتھ باندھے ہوئے ہیں۔ پھر جب میں نے غور کیا۔ تو میں نے اس کے ہونٹوں کو ہلتے پایا اور میری طبیعت پر یہ اثر ہوا کہ یہ سورۃ حمد پڑھ رہی ہے اور ہونٹ اس کے ہل رہے تھے۔ اس کے بعد وہ شخص جو ہمیں وہاں لے گیا تھا اس وقت ذہن میں نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور نہ بعد میں ہی ذہن میں آیا، اس نے کہا آئیں، آپ کو عجائب گھر اس قلعہ کا دکھائیں۔ چنانچہ میں اور منصورہ بیگم اُٹھے اور اس کے ساتھ گئے۔ وہ ہمیں بائیں طرف لے گیا۔ اس کمرے کی طرف جو سامنے دیوار کے پہلو میں (دوسرے بازو کا ایک ہی کمرہ) نظر آتا تھا۔ جب ہم اس کے اندر داخل ہوئے تو میں نے دیکھا کہ داہنی طرف نوجوانوں کی پانچ تصویریں ہیں جو گتہ کو کاٹ کر بنائی گئیں ہیں اور ان کے قد ساڑھے پانچ فٹ یا چھ فٹ نہیں بلکہ وہ تصویریں بڑے سائز میں بنائی گئیں ہیں اور قریباً دس فٹ قد ہیں ان کے۔ یہ مجھے یاد نہیں رہا ان میں سے تین نوجوان مرد اور دو نوجوان لڑکیاں تھیں یا دو مرد اور تین نوجوان لڑکیاں تھیں لیکن وہ شکلیں کارڈ بورڈ کاٹ کر بنائی گئیں ہیں اور وہ پہلو بہ پہلو کھڑی کی ہوئی ہیں۔ جس وقت میں نے اس طرف منہ کیا تو ان کے ہونٹ ہلنے شروع ہوئے جس طرح وہ اپنا تعارف کروانا چاہتی ہیں اور اس شخص نے جو ہمیں لے جا رہا تھا کہا کہ یہ ہم میں سے وہ لوگ ہیں جو مر چکے ہیں۔ اس پر میں نے اُس کو جواب دیا کہ تم میں سے جو لوگ مر چکے ہیں ان میں مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور یہ کہہ کر میں بائیں طرف گھوما اور اس عجائب

گھر کی طرف چلا گیا جو وہ مجھے دکھانا چاہتا تھا اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔اس رؤیا کے بعد میری طبیعت میں بڑی بشاشت پیدا ہوئی اور میں نے فیصلہ کیا کہ اس سفر پر مجھے ضرور جانا چاہئے اللہ تعالیٰ برکت کے سامان پیدا کرے گا۔ یہ رؤیا اس قسم کی ہے کہ الفاظ اس کو بیان نہیں کر سکتے۔اس وقت تک بھی میری روح اور میرا دماغ اور میرا دل اور میرا جسم اس کا سرور محسوس کر رہے ہیں۔ چونکہ یہ بڑی اہم رؤیا تھی اور انسان کی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے میں نے اپنے گھر میں محترمہ اُم متین صاحبہ کو بڑی پھوپھی جان نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو اور کراچی میں چھوٹی پھوپھی جان نواب امتہ الحفیظ بیگم صاحبہ کو اور بعض دوسرے عزیزوں کو یہ رؤیا سنا دی۔

خیر ہم یورپ کے سفر پر روانہ ہوئے۔ وہاں جس رنگ میں برکتوں کا نزول ہوا ہے اس کے بیان سے قلم قاصر ہے۔لنڈن میں ہی مجھے ایک احمدی بہن کی رؤیا کا علم ہوا جوان کے ایک عزیز نے مجھے لکھی اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کا تعلق دراصل اس رؤیا سے ہے جس کو میں نے ابھی آپ کے سامنے بیان کیا ہے وہ دوست لکھتے ہیں (خواب دیکھنے والی ان کی ایک عزیزہ ہے) کہ پندرہ اور سولہ جولائی کی درمیانی شب بوقت چار بجے صبح خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا وسیع میدان ہے جو ایک بڑے شہر جتنی جگہ میں سمایا ہوا ہے اور سبزہ زار ہے اس میدان کے درمیان ایک گلدستہ پڑا ہوا ہے جس میں نہایت ہی خوبصورت پھول لگے ہوئے ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ گلدستہ ایک درخت کی شکل میں تبدیل ہو جانا شروع ہو جاتا ہے اور بالآخر ایک تناور درخت بن کر اس تمام میدان میں سایہ فگن ہو جاتا ہے۔اتنے میں ایک بزرگ رونما ہوتے ہیں جو سفید لباس میں ملبوس ہیں اور ان کا حلیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملتا ہے۔وہ بزرگ فرما رہے ہیں کہ جو شخص اس تناور درخت کے نیچے پناہ نہیں لے گا وہ تباہ ہو جائے گا اس پر حمیدہ بیگم (خواب دیکھنے والی) نے پوچھا کہ یا حضرت کون سے درخت کے نیچے۔جس پر اس بزرگ نے فرمایا حضرت ناصر کے درخت کے نیچے۔گویا وہ گلدستہ جس نے ایک تناور درخت کی صورت اختیار کی وہ جس شخص کا ہے اس سے مراد اس خاکسار کا وجود ہی ہے۔ پھر اس کے بعد دیکھا کہ اس میدان کے ایک کونہ میں ایک بہت بڑی دعوت کا انتظام ہو رہا ہے جس میں بہت عمدہ عمدہ کھانے بہت بڑی تعداد میں لگے ہوئے ہیں اور جس میں شمولیت کے لئے جماعت کے دوست جمع ہو رہے ہیں۔اس میں دہی کے کونڈے بھی ہیں اور دوسیاہی مائل کتے ان دہی کے کونڈوں کی طرف لپکتے

ہیں جس پر حمیدہ بیگم نے شی شی کر کے ان کتوں کو ڈرانے کی کوشش کی تو ان بزرگ صاحب نے فرمایا نہ آپ ان کو رہنے دیں یہ خود بخود دہٹ جائیں گے۔اس پر آنکھ کھل گئی۔تو گویا یہ خواب بھی میری رؤیا سے ملتی جلتی ہے۔حدیث میں آتا ہے کہ مومن کو رؤیا دکھائی بھی جاتی ہے اوراس کے لئے دوسروں کو بھی رؤیا دکھائی جاتی ہے ویسے تو سینکڑوں کی تعداد میں دوستوں نے مبشر خوابیں دیکھیں لیکن میں نے ان میں سے آج کے خطبہ میں سنانے کیلئے صرف دو کا انتخاب کیا۔

اب ایک دوسری خواب ہے جو ان واقعات کی طرف اشارہ کر رہی ہے جو وہاں ہونے تھے۔یعنی اس سفر کے نتیجہ کے متعلق ہے جو کسی کے خیال میں بھی نہیں آسکتا اور وہ یہ ہے کہ ایک دوست لکھتے ہیں کہ خاکسار نے ۶۷۔۸۔۶ کو خواب میں دیکھا کہ حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کے ہاتھ میں اسلام کی فتح کا جھنڈا ہے۔اس کے نچلے حصہ میں (جو پکڑنے کی جگہ ہے) انگریزی ہندسوں میں 1412 لکھا ہے اور آپ کو (یعنی مجھے) فرماتی ہیں کہ ان دوستوں کے نام شکریہ کی چھٹیاں لکھ دیں جنہوں نے فتح کے نزدیک لانے میں مدد دی ہے غرض ہمارے سارے سفر کا جو انجام ہے وہ اس رؤیا میں دکھایا گیا ہے اور وقت کی تعیین ۲۵ سال کی گئی ہے اور میں نے بھی یورپین اقوام کو یہی کہا تھا کہ تیس سال کے اندر اندر ایک عظیم روحانی انقلاب رونما ہونے والا ہے۔گو یہ بات الفضل میں بھی غلط چھپ گئی ہے اور وہاں کے بعض اخباروں نے بھی میری اس بات کو غلط طور پر شائع کر دیا تھا میں نے جو انہیں تنبیہہ کی تھی اس میں جس زمانہ کی تعیین کی تھی وہ ۳۰ سال نہیں تھا یعنی میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ جس عظیم تباہی کے متعلق میں کہہ رہا ہوں وہ تیس سال کے بعد آئے گی بلکہ میں نے یہ کہا تھا بیس تیس سال کے اندر اندر تم لوگ مجبور ہو جاؤ گے کہ اسلام کی طرف جھکو اور اسے قبول کرو یا پھر تباہ کر دئے جاؤ۔تمہارے لئے اب ان دو راستوں کے سوا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔یا تو تمہارے لئے تباہی کا راستہ ہے یا پھر اسلام کا صراطِ مستقیم ہے ان کے سوا اور کوئی تیسرا راستہ تمہارے لئے ممکن ہی نہیں ہے اور آگے اپنے وقت پر جا کر میں آپ کو بتاؤں گا کہ میں نے کس رنگ میں کس تمہید کے بعد کس وضاحت کے ساتھ اور کس زور کے ساتھ یہ باتیں ان کے ذہن نشین کروائیں اور اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ اخباروں نے ان باتوں کو لیا اور سارے ملک میں پھیلا دیا۔براڈکاسٹ ٹیلی ویژن پر بھی آ گیا اور یہ اپنی جگہ ایک علیحدہ مضمون ہے جب میں اس حصہ میں داخل ہوں گا تو اس کے متعلق بتاؤں گا۔

بہر حال دوستوں نے سینکڑوں نہیں تو بیسیوں کی تعداد میں (یقیناً سَو سے اوپر ہی ہیں) مبشر خوابیں دیکھیں جن میں سے بعض میں کچھ منذر حصے بھی ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میری اپنی خوابوں میں بھی بعض منذر حصے تھے لیکن بہر حال تمام خواب انجام بخیر بھی بتا رہے تھے۔ ہاں ان سے یہ ضرور ظاہر ہوتا تھا کہ واپسی پر کچھ تکالیف اور پریشانیاں بھی ہونگی۔ چنانچہ کراچی میں میری ایک بچی رہتی ہے۔ بعض کاموں کی وجہ سے وہ ایروڈرام پر نہیں آسکتی تھی۔ جس دن ہم نے کراچی میں لینڈ کرنا تھا اس دن اسکی طبیعت بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ وہ بے چین تھی کہ جلدی آئیں اور ملیں۔ ایروڈرام والوں نے انہیں کہا کہ آج اتنی بارش ہو رہی ہے کہ اگر یہی حالت رہی تو ہم ہوائی جہاز کو یہاں اُترنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ بلکہ وہ سیدھا لاہور چلا جائے گا۔ وہاں جن لوگوں کو اس بات کا پتہ لگا ان کو بھی پریشانی ہوئی۔ عملاً جہاز والوں نے ہمیں یہ اطلاع دی کہ بیلٹ کس لیں دو ایک منٹ میں جہاز اُترنے والا ہے۔ اس کے بعد بیس منٹ تک وہ جہاز اوپر اُڑتا رہا اور کراچی شہر بھی پیچھے رہ گیا۔ میرے اندازہ کے مطابق ہم تیس چالیس میل کے قریب کراچی سے آگے نکل گئے۔ پھر اس نے چکر لگایا اور واپس کراچی آکر وہ اُترا۔ یہ بھی ایک قسم کی پریشانی ہی تھی۔ پھر سامان وغیرہ کی وجہ سے کچھ پریشانی ہوئی۔ بہر حال انجام بخیر ہوا اور ہم خوش تھے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر یہ پریشانیاں ٹل گئیں۔ اللہ تعالیٰ فضل کرنے والا ہے۔ دعائیں بھی جماعت نے بہت کیں اور ہم کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت دعائیں کرنے کی توفیق دی اور وہ بڑی قدرتوں والی ہستی ہے جب وہ اس قسم کی چیز انسان کے علم میں لاتا ہے تو اس کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ دعائیں کرو میری قدرت کو اپیل کرو اور عرش تک اپنے نالوں کو پہنچاؤ۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔

جس وقت ہم یورپ گئے اس وقت ہمارا یہ راستہ تھا۔ پہلے فرینکفورٹ پھر زیورک پھر ہیگ پھر ہیمبرگ۔ پھر کوپن ہیگن اور پھر لنڈن اور گلاسگو۔ زیورک میں ایک دن صبح میری آنکھ کھلی تو میری زبان پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ الہام تھا۔ مُبَارِکٌ وَّ مُبَارَکٌ وَّ کُلُّ اَمْرٍ مُّبَارَکٍ یَّجْعَلُ فِیْهِ (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ ۸۳)

یہ الہام اخبار الفضل میں بھی چھپ چکا ہے۔ اس سے دوسرے دن تین بجے کے قریب میری آنکھ کھلی اور میری زبان پر قرآن کریم کی ایک آیت تھی اور ساتھ ہی مجھے اس کی ایک ایسی تعبیر بھی بتائی گئی جو بظاہر انسان ان الفاظ سے نہیں نکال سکتا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ تعبیر مجھے اللہ تعالیٰ نے ہی سکھلائی

تھی۔میں خوش بھی ہوا لیکن مجھے حیرت بھی ہوئی کہ بعض دفعہ کیا کیا تعبیریں نکل آتیں ہیں۔اگر میرے ذہن پر چھوڑا جاتا یا آپ میں سے کوئی ماہر تعبیر بتانے والا بھی ہوتا تو اس کی وہ تعبیر نہ کرتا جو اس وقت میرے ذہن میں آئی اور ابھی اس خواب کو دیکھے چار پانچ گھنٹے ہی ہوئے تھے کہ وہ پوری ہوگئی چونکہ طبیعت پر اثر تھا کہ یہ خواب جلد پوری ہونے والی ہے اس لئے جس وقت منصورہ بیگم کی آنکھ کھلی میں نے انہیں بتادیا کہ میری زبان پر یہ آیت جاری ہوئی ہے اور مجھے اس کی یہ تعبیر بتائی گئی ہے اس کو یادرکھ لو۔پھر چار پانچ گھنٹوں کے بعد ہمیں پتہ لگ گیا کہ اس تعبیر کے لحاظ سے وہ خواب پوری ہوگئی جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ مجھے دلی اطمینان کے لئے اس کی ضرورت ہے۔باقی ایمان تو مجھے ہے۔اس طرح ہمیں ایمان تو تھا لیکن دلی اطمینان کیلئے اللہ تعالیٰ نے دوسرے ہی روز ایک ایسی بات بتادی کہ جو چند گھنٹوں میں پوری ہونے والی تھی اور شاید اس وقت دنیا کے اس حصہ میں پوری ہو رہی تھی جس کے متعلق وہ خبر دی گئی تھی۔اسی طرح وہ میرے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی تقویتِ ایمان اور تسکینِ قلب کا موجب ہوئی۔وہ خواب کیا تھی اور وہ تعبیر کیا تھی جو مجھے بتائی گئی۔وہ ایک خاص مصلحت کے ماتحت میں اس وقت نہیں بتا رہا۔ویسے وہاں بھی اور یہاں بھی میں نے بعض دوستوں کو وہ خواب اور تعبیر بتادی ہے۔

اسی طرح کوپن ہیگن میں صبح کی نماز سے پہلے جاگتے ہوئے (گو آنکھیں میری بند تھیں) میں نے ایک نظارہ دیکھا۔وہ نظارہ اپنی ذات میں غیر معمولی نہیں لیکن اس کا جو اثر تھا وہ بڑا عجیب اور غیر معمولی تھا کہ دل و دماغ اور جسم کی روئیں روئیں سے سرور اور حمد کے چشمے پھوٹنے لگ گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھ کر جو کیفیت ایک مومن کی ہوتی ہے (وہ عجیب رنگ میں کچھ جذباتی بھی ہوتی ہے اور کچھ مجذوبانہ بھی۔وہاں عقل کو کوئی دخل نہیں ہوتا محبت اور پیار کو دخل ہوتا ہے) پیدا ہوگئی۔نظارہ تو میں نے صرف یہ دیکھا کہ میں ایک مسجد میں ہوں اور محراب میں تین صفیں پیچھے کھڑا ہوں یعنی تیسری صف میں اور گویا میں انتظار کر رہا ہوں کہ نمازی آئیں تو میں نماز پڑھاؤں۔میں نے دیکھا کہ دائیں طرف سے دیوار کیساتھ ساتھ ایک دوست جن کا نام عبدالرحمٰن ہے مسجد میں داخل ہوئے ہیں۔چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو کرتے ہی سیدھے چلے آرہے ہیں اور دیوار کیساتھ ساتھ پہلی صف کی طرف خراماں خراماں چل رہے ہیں (پہلی صف میں اس وقت صرف دو تین آدمی ہیں) میرے سامنے ان کے چہرہ کا بایاں حصہ آیا ہے اور

عجیب بشاشت اور مسکراہٹ ان کے چہرہ پر پھیل رہی ہے اور اس کو دیکھ کر میرے دل میں بھی عجیب سرور پیدا ہوا میرے پیچھے ایک شخص کھڑا ہے جسکا نام بشیر ہے۔ لیکن میں نے اسے نہیں دیکھا۔ میں نے خواب اس وقت کسی کو بتائی نہیں تھی لیکن اس روز مبلغین کی کانفرنس تھی شام کو چار بجے کے قریب تبادلہ خیالات اور رپورٹوں کے بعد بعض تجاویز زیرِ غور آئیں۔ آخر میں نے کچھ نصائح کرنی تھیں۔ اس وقت میں نے انہیں بتایا کہ آج صبح میرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے پیار کا یہ سلوک کیا ہے اور سرور کی یہ روحانی کیفیت میرے اب بھی موجود ہے اس پر چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ کہنے لگے کہ میں نے اور بشیر احمد صاحب آرچرڈ نے گیارہ بجے یہ باتیں کی تھیں کہ کوئی بات ضرور ہے حضور وہ نہیں جو روز ہوا کرتے تھے۔ تو گویا اس وقت وہ بھی ایک روحانی کیفیت محسوس کر رہے تھے اور میں اس وقت بھی سرور محسوس کر رہا تھا۔ گیارہ بجے کے قریب پندرہ منٹ کے لئے ہم نے کانفرنس کو بند کر دیا تھا کہ مبلغین ایک ایک پیالی چائے پی لیں کیونکہ وہاں لوگوں کو اس وقت ایک پیالی چائے پینے کی عادت ہے اور بشیر احمد آرچرڈ انگریز ہیں اور سکاٹ لینڈ میں ہمارے مبلغ ہیں۔

پس رحمٰن کی رحمانیت نے ایک بشارت دی اور کوپن ہیگن میں ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل کے پیارے نظارے دیکھے اور لوگوں میں اس قدر رجوع تھا کہ وہاں بڑی تعداد میں آ رہے تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان لوگوں کو کچھ پتہ نہیں کہ کیا ہو رہا ہے اور فرشتے انکو دھکے دے کر لا رہے ہیں مثلاً عیسائی بچے جو دس سال اور پندرہ سولہ سال کے درمیان عمر کے تھے مسجد میں آ جاتے تھے اور ہمارے ساتھ نماز میں شریک ہوتے تھے۔ ان کی تعداد کوئی چالیس پچاس ہوگی جو مختلف وقتوں میں آئے۔ پھر وہ بچے صرف فرائض میں ہی شامل نہیں ہوتے تھے کہ ہم سمجھیں کہ وہ عجوبہ سمجھ کر ایسا کرتے تھے بلکہ مغرب وعشاء کی نمازیں جمع ہوتیں تھیں اور بعد میں ہم وتر ادا کرتے تھے تو دس دس بارہ بارہ سال کی بعض لڑکیاں ہماری احمدی مستورات کے ساتھ وتر بھی پڑھ کے جایا کرتی تھیں ایک دن ہم میں سے کسی نے انہیں کہا کہ تمہارے ماں باپ کو پتہ لگ گیا تو وہ تمہیں ماریں گے تو وہ کہنے لگیں نہیں، ان کو پتہ ہے کہ ہم یہاں آتی ہیں۔ غرض صبح سے لیکر شام تک ایک تانتا سا بندھا رہتا تھا۔ لوگ آ رہے ہیں مسجد دیکھنے کے لئے اور واپس جا رہے ہیں ایک دن چوہدری محمد علی صاحب کی آنکھ رات کے ڈیڑھ بجے کھلی اور وہ اپنے کمرہ سے باہر نکلے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد کی تصویر لے رہا ہے۔ رات کے ڈیڑھ بجے وہ مسجد کی تصویر لے

رہا تھا۔ پھر آج کل ڈنمارک میں باہر کے سیاح بہت بڑی تعداد میں آئے ہوئے تھے یہی موسم ہے سیر کا۔ وہاں سال میں صرف ایک دو ماہ ایسے ہوتے ہیں جن میں لوگ سیاحت کے لئے نکلتے ہیں۔ پھر موسم خراب ہو جاتا ہے۔ جھکڑ اور سرد ہوائیں چلتی ہیں۔ سیر و سیاحت کے ان مہینوں میں وہاں بعض کارخانے بند ہو جاتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ بعض کو چھٹی دے دی اور بعض کو نہ دی بلکہ کچھ عرصہ کے لئے کارخانہ ہی بند کر دیا جاتا ہے اور ملازموں سے کہا جاتا ہے کہ جاؤ سیر کرو ہماری طرف سے تمہیں چھٹی ہے اور چونکہ ان ملکوں میں سیر سیاحت کا زمانہ زیادہ لمبا نہیں ہوتا اس لئے لوگ ان دنوں میں بڑی کثرت سے سیر و سیاحت کے لئے باہر نکلتے ہیں۔ غرض جو لوگ سیاحت کی غرض سے وہاں آئے ہوئے تھے وہ بھی بڑی کثرت سے مسجد دیکھنے آئے ہمارا جو مشن ہاؤس ہے۔ یعنی مبلغ کے رہنے کا جو گھر ہے اس کے دروازے اور مسجد کے دروازے میں تیس چالیس فٹ کا فاصلہ ہے۔ وہاں دراصل ایک میٹنگ روم بنانے کے لئے نقشہ دیا گیا ہے لیکن ابھی اس پر چھت ڈالنے کے لئے کارپوریشن کی طرف سے اجازت نہیں ملی۔ اس وقت وہ جگہ ایک صحن کی شکل میں ہے۔ جمعہ کے روز افتتاح کے وقت لوگ اتنی کثرت سے آئے کہ جب میں گھر سے باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ لوگ کثرت سے آئے ہوئے ہیں اور کندھا سے کندھا ملا ہوا ہے اور مسجد کے دروازہ تک نہیں پہنچ سکتا بعد میں تین چار رضا کار آئے اور انہوں نے بڑی مشکل سے رستہ بنایا تب میں مسجد میں پہنچا۔ آنے والوں میں بڑے بڑے لوگ بھی تھے جن کی طرف اس وقت ہماری توجہ بھی نہ ہوئی۔ خود ہی وہ افتتاح کی تقریب میں شامل ہوئے اور پھر واپس چلے گئے۔

ان لوگوں میں ہمارے علاقے کا لارڈ میئر بھی تھا جو بڑا شریف انسان ہے اور جماعت کے دوستوں کیساتھ تعلق بھی رکھتا ہے۔ ہمارے ملک میں تو رواج نہیں وہاں یہ رواج ہے کہ اگر کوئی آدمی جس کو وہ بڑا سمجھیں ان کے ملک میں آجائے تو وہ اسے ریسیو کرتے ہیں۔ Reception دیتے ہیں اور یہ ایک نارمل سی چیز ہے پندرہ منٹ کے قریب عرصہ کے لئے یہ تقریب منائی جاتی ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ ہم اس شخص کو اپنے میں شامل کر رہے ہیں اور یہ اس شخص کے لئے احترام اور عزت کا ایک مظاہرہ ہوتا ہے۔ چنانچہ افتتاح سے دوسرے روز انہوں نے میرے اعزاز میں ری سپشن (Reception) دی تو وہاں انہوں نے مجھے بتایا کہ میں بھی افتتاح کے موقعہ پر موجود تھا حالانکہ ہم میں سے کسی نے بھی انہیں نہیں دیکھا تھا۔ چنانچہ معذرت کی گئی کہ لوگ چونکہ بڑی تعداد میں جمع تھے اسلئے ہم نے آپ کو دیکھا نہیں۔

افتتاح کے روز قریباً سَوا سَو آدمی کے لئے کھانا کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔ چائے اور پیسڑی کا انتظام تھا لیکن یہ کھانا ان لوگوں کو بھی کھلایا گیا جو اس موقع پر بلائے نہیں گئے تھے ہمارے آدمی باہر جاتے اور بعض لوگوں کو پکڑ کر اندر لیکر آتے اور انہیں کھانا کھلاتے۔ کھانا میں خدا تعالیٰ نے ایسی برکت دی کہ وہ ختم ہونے میں نہیں آتا تھا۔ کوئی تین سو کے قریب آدمیوں نے کھانا کھایا۔ ہمارے مقامی احمدی دوست بڑے حیران تھے کہ چھوٹے پیمانہ پر انتظام تھا جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لنگر کے کھانے کو بھلا کون ختم کر سکتا ہے۔

وہاں کے پریس نے پہلے اسلام کے خلاف بعض غلط باتیں شائع کر دیں لیکن بعد میں خود ہی ان باتوں کی تردید بھی کر دی۔ الّسٹریٹڈ ویکلی (Illustrated Weekly) اور دوسرے کئی اخباروں نے ایک ایک صفحہ مسجد کے افتتاح کے لئے دیا جو ان ملکوں کے لئے تو کیا دوسرے ملکوں کے لئے بھی ممکن نہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے ہر رنگ میں اس سرور کے سامان کر دیئے جو مجھے رؤیا میں دکھایا گیا تھا اور ابھی اس کے بہت سارے حصے باقی ہیں جب میں ان تک پہنچوں گا تو ان کے متعلق کسی قدر تفصیل سے بیان کروں گا۔ میں آج خطبہ لمبا کرنا چاہتا ہوں۔ نمازیں (جمعہ وعصر) جمع کراؤں گا۔ آج شام تک اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو دوستوں کے لئے پروگرام بنایا ہوا ہے سوائے اس کے کہ آپ تھک جائیں۔ اگر آپ تھک جائیں تو مجھے بتا دیں۔

پھر ڈاک میں روزانہ کوئی نہ کوئی خط ایسا ہوتا جس میں کوئی مبشر خواب ہوتی اور میں اسے پڑھ کر بڑا خوش ہوتا۔ کیونکہ ’’اعتراض‘‘ والی خواب سے جو دو نتیجے میں نے نکالے تھے انہیں پورا ہوتے دیکھتا بشارتیں مل رہی تھیں اور ان کا اعلان ہو رہا تھا اور ہم اس بات سے خوش ہو رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے سرور کے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ اگر کوئی دماغ اعتراض کرتا ہے تو ہمیں اس سے کیا۔ ہمیں ایسے دماغ پر رحم آتا ہے غصہ نہیں آتا کیونکہ وہ قابل رحم ہوتا ہے۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ اپنی بشارتوں کی بارش برسا رہا ہے اور دوسری طرف ایک ایسا شخص ہے جس کے دماغ کو اعتراض سوجھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وساوس سے ہر ایک کو ہی محفوظ رکھے۔ غرض ہر بات میں ہمیں سرور مل رہا تھا اور ہم خوش ہو رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے سرور کے سامان کر رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی وضاحت سے یہ فرمایا ہے کہ سچی اور جھوٹی خواب میں ایک فرق ہے۔ جھوٹا خواب جو انسان کا نفس بنائے

یا وہ شیطان کا القاء ہو اس کے پیچھے طاقت نہیں ہوتی ۔ایسا خواب پورا نہیں ہوتا ۔لیکن خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا انسان احاطہ نہیں کرسکتا۔

خدا تعالیٰ جو بشارتیں دیتا ہے ان کو پورا کرنے کے بھی وہ سامان پیدا کرتا ہے۔انکو پورا کرنے کی ذمہ داری خدا تعالیٰ پر ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ اس ذمہ داری کو اٹھا رہا ہوتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ میں تمہیں یہ بتا رہا ہوں اور میں اسکو پورا بھی کروں گا۔انسانی غفلت کے نتیجہ میں کوئی نسل ان بشارتوں سے محروم رہ جائے تو یہ ان کی بدبختی ہے ورنہ خدا تعالیٰ کی کوئی بشارت ایسی نہیں ہوتی جو پوری نہ ہو۔غرض خدا تعالیٰ اپنی بشارتوں کو بہر حال پورا کرتا ہے۔اگر کوئی ابتلا آجائے اور کوئی حصہ قوم کا ان سے محروم رہ جائے تو یہ اور بات ہے۔

میں نے بتایا ہے کہ بشارتیں مل رہی تھیں اور ہمارے لئے خوشی کے سامان ہو رہے تھے۔اب میں ان سامانوں کو لیتا ہوں جو اس سفر کے دوران اللہ تعالیٰ نے مختلف رنگوں میں کئے۔

میرے دورے کی دو اغراض تھیں ایک اپنے بھائیوں بہنوں اور بچوں بچیوں کو ملنا ان سے واقفیت حاصل کرنا اور معلوم کرنا کہ کس قوم میں کس قسم کی کمزوری ہے تا ہم کسی نہ کسی رنگ میں تربیت کر کے ان کمزوریوں کو دور کر دیں ۔ان کے لئے خاص طور دعائیں کرنے کا بھی موقع ملتا تھا اور باہمی مشورہ اور تبادلہ خیالات کے بعد زیادہ اچھا پروگرام بھی بنایا جا سکتا تھا اور دوسری غرض میرے اس سفر کی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بڑے زور کیساتھ یہ ڈالا تھا کہ ان قوموں کی تباہی کا وقت قریب آگیا ہے اس لئے ان پر اتمام حجت ہونی چاہئے ۔چنانچہ ہر پریس کانفرنس میں مَیں ان کو یہی کہتا تھا کہ جو بات میں آپ کو آج بتانے والا ہوں اس وقت آپ اس کو انہونی خیال کریں گے اور تم مجھے پاگل سمجھو گے۔لیکن اگر تم نے اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع نہ کیا تو یہ تباہی تم پر ضرور آئے گی ۔پھر جو آپ میں سے بچیں گے وہ میرے گواہ ہوں گے ۔وہ اس بات کی گواہی دیں گے کہ آج میں تمہارے ساتھ سچی باتیں کر رہا ہوں ۔پس یہ دو اغراض تھیں جن کے لئے یہ سفر کیا گیا تھا۔

اب میں پہلے پریس کو لیتا ہوں جیسے اخباروں کے ایڈیٹر آزاد ہوتے ہیں کہ جو مرضی ہو لکھ دیں اور غلط بات کی تردید بھی شائع نہ کریں اسی طرح پریس بھی آزاد ہوتا ہے وہ بھی انہی کا ایک حصہ ہوتا ہے ۔جو بیان وہ چاہیں لکھ دیں ۔ایک بات میں نہ کہوں اور وہ میری طرف منسوب کر دیں تو انہیں کون پوچھ سکتا ہے یا میں ایک بات کہوں تو وہ آدھی شائع کریں اور آدھی شائع نہ کریں ۔وہ اس بات کا وہ حصہ دیں کہ

اگر اس کا دوسرا حصہ لوگوں کے سامنے نہ آئے تو بہت سی غلط فہمیاں دور ہو جائیں تو انہیں کون روک سکتا ہے اس لئے ہمارے مبلغ پریس کانفرنسز سے خائف تھے خصوصاً اس لئے بھی کہ آج کل یورپ میں اسلام کے خلاف تعصّب اپنی انتہا کو پہنچا ہوا ہے آپ اس تعصّب کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ مجھے ذاتی مشاہدہ سے یہ علم حاصل ہوا ہے کہ وہ قومیں جواب تک یہ ظاہر کرتیں رہی ہیں کہ ہم میں بڑی رواداری پائی جاتی ہے۔ہم میں بڑی Tolerance ہے دراصل ان کے اندر اسلام کے خلاف بڑا تعصّب پایا جاتا ہے۔اور کبھی اللہ تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ وہ تعصّب ننگا ہو کر نمایاں ہو جاتا ہے اور وہ اسے چھپا نہیں سکتے۔آج کل سارا یورپ (انگلستان سمیت) اس قسم کے تعصّب کی مرض میں مبتلا ہے۔ یہاں تک کہ پچھلے دو چار مہینوں میں بعض عرب باشندوں پر چاقو اور چھری سے حملے بھی کئے گئے ہیں جو ان ملکوں کے لئے بالکل نئی بات ہے۔غرض ان کے اندر اسلام کے تعصّب کو بھڑکایا گیا ہے۔ ہمارے اپنے مبلغ پریس کانفرنس سے اتنے خائف تھے کہ آپ ان کے خوف کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے اور مجھے کہنا پڑا تم کیوں ڈرتے ہو۔تم تسلی رکھو سوال مجھ سے ہونا ہے اور جواب بھی میں نے دینا ہے۔ میں انہیں خود ہی سنبھال لوں گا اور میں نے انہیں کیا سنبھالنا تھا میں اللہ تعالیٰ سے صرف دعا ہی کر سکتا تھا اور میں دعائیں کرتا تھا ۔چنانچہ کسی جگہ بھی پریس کے کسی نمائندہ نے ادب اور احترام کو نہیں چھوڑا۔میرا ان پر کیا حق تھا مجھے وہ کیا جانتے تھے۔میری عاجزی اور تواضع کے مقام کو تو میرا ربّ ہی جانتا تھا۔غرض میرے ربّ نے ایسا انتظام کر دیا تھا کہ اس عاجز اور لاشئی محض سے سب ادب واحترام کیساتھ پیش آئے میرے سامنے کسی نے شوخی نہیں دکھائی۔کسی نے میری طرف غلط بات منسوب نہیں کی۔کسی نے میری آدھی بات رپورٹ نہیں کی۔جب میری بات رپورٹ کی ہے تو پوری کی ہے اور یہ عام نقشہ ہے ساری پریس رپورٹ اور نقشہ یہ اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے فضل کا آئینہ دار ہے۔

سب سے پہلے ہم فرینکفورٹ پہنچے تھے۔وہاں ہمارا سب سے کم قیام تھا یعنی صرف ایک دن گو ہم وہاں دو راتیں سوئے لیکن دن ایک ہی ٹھہرے۔ ہفتہ کی شام کو مغرب کے قریب وہاں پہنچے اور پیر کی صبح کو ہم زیورک کے لئے روانہ ہو گئے ۔ہمیں کچھ پروگرام بدلنا پڑا۔پہلے زیورک کا پروگرام تھا پھر بعض حالات کی وجہ سے ہم نے وہ جہاز لیا جو ماسکو کے راستہ جاتا تھا جہاز تو وہ بھی پی۔آئی۔اے کا تھا لیکن اس کے ذریعہ جانے میں پہلے فرینکفورٹ آتا تھا۔ پہلا جہاز بھی پی۔آئی۔اے کا تھا لیکن اس پر جانے میں

پہلے زیورک آتا تھا۔ پہلے انہوں نے ہفتہ کی شام کوری سپشن (Reception) رکھ دی تھی۔ دعوت نامے بجھوائے جاچکے تھے۔ ان ملکوں میں یہ بڑی مشکل ہے کہ ایک آدمی کو مثلاً ہفتہ کے لیے دعوت نامے ملے اور عین وقت پر اسے یہ کہا جائے کہ تم ہفتہ کی بجائے اتوار کو آ ؤ اس طرح ان کا کسی دعوت میں آنا بہت مشکل ہے لیکن بعض حالات ہی ایسے پیش آگئے تھے کہ ہمیں وہ پروگرام بدلنا پڑا اور ری سپشن (Reception) ہفتہ کی بجائے اتوار کو رکھی گئی اور میرا خیال تھا کہ یہاں اخبار والوں نے ہمارا کوئی نوٹس نہیں لینا۔ اخباروں میں ہمارے متعلق کوئی خبر نہیں آئے گی اور پریس کانفرنس بھی کوئی نہیں تھی۔ صرف ایک ری سپشن تھا جس میں پریس کے نمائندے میں مدعو تھے اور انکے علاوہ کوئی پادری تھا، کوئی سکالر تھا، کوئی وزیر تھا، کوئی ہائی کورٹ کا جج تھا۔ غرض اس قسم کے تیس چالیس آدمی تھے جو مدعو تھے۔ مختصر سی پارٹی تھی اس موقع پر کچھ باتیں ہوئیں مختصر سی تقریر ہوئی جس کا جرمن میں ترجمہ ہوا یہاں الفضل میں وہ تقریر چھپی ہے بڑی مختصر وہ تقریر تھی لیکن اس قسم کی تقریر کو بھی وہاں اڑہائی گنے وقت لگ جاتا ہے (میں نے وہاں انگریزی اور اُردو دونوں زبانیں استعمال کی ہیں) پہلے میں ایک فقرہ کہتا پھر ترجمہ کرنے والا اس کا جرمن میں ترجمہ کرتا پھر میں اگلا فقرہ کہتا۔ اگر تقریر لکھی ہوئی نہ ہو تو بڑی مشکل پیش آتی ہے میرا وہ مضمون لکھا ہوا تھا لیکن بعض جگہ میں نے بغیر لکھے بھی تقریر کی ہے۔ بہر حال اگر تقریر لکھی ہوئی نہ ہو تو بڑی مشکل پیش آتی ہے یعنی ایک فقرہ کے بعد انتظار کرنا اور پھر اسکا اگلے فقرے کے ساتھ جوڑ لگانا اور یہ بھی دیکھنا کہ ترجمہ صحیح ہوا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ مجھے سمجھ دے دیتا تھا گو میں جرمن نہیں جانتا تھا لیکن مجھے اس بات کا پتہ لگ جاتا تھا کہ ترجمہ کرنے والے نے فلاں حصے کا ترجمہ نہیں کیا اور میں کہہ دیتا تھا کہ تم فلاں حصہ کا ترجمہ چھوڑ گئے ہو تم اس کا ترجمہ کرو اس سے وہ لوگ سمجھتے تھے کہ میں بڑی اچھی زبان جانتا ہوں لیکن یہ بات نہیں تھی اللہ تعالیٰ ہی مدد کر دیتا تھا ویسے میں تھوڑی سی جرمن زبان جانتا بھی ہوں۔ بہر حال وہاں تقریر میں بہت دیر لگتی ہے۔ وہاں ہمارے ایک بڑے ہی مخلص نوجوان محمود اسماعیل زولش ہیں وہ میری تقریر کا جرمن میں ترجمہ کرتے تھے۔ جب میں وہاں کے احمدیوں کے حالات بتاؤں گا تو میں بتاؤں گا کہ وہاں اللہ تعالیٰ کس قسم کی جماعت تیار کر رہا ہے اور اس جماعت سے مل کر اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے نہایت خوشی کے سامان پیدا کئے اور آپ کے لئے بھی یہ بات غور طلب ہے کہ وہ اب آپ کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہو گئے ہیں اب یا تو آپ آگے نکلیں گے اور یا پھر وہ آگے نکل جائیں گے اور خدا تعالیٰ کسی کا رشتہ دار نہیں اگر

وہ آگے نکل گئے تو پھر اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ میں انتظام دے دے گا کیونکہ وہ جس کو اہل دیکھتا ہے اسکو خدمت کا موقع دے دیتا ہے۔ خیر وہاں ایک مختصر سی ری سپشن (Reception) ہوئی اور اگلے دن ہم نے دیکھا کہ وہاں کے ہر اخبار نے رپورٹ شائع کی ہوئی ہے بڑے اچھے نوٹ دیئے تھے اور تصویریں بھی دی تھیں مجھے قطعاً امید نہیں تھی کہ کوئی ایک اخبار بھی تصویر کیساتھ خبر شائع کرے گا لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ وہاں بھی ہمارے متعلق خبریں شائع ہوگئیں اور اسلام کا پیغام قریباً ہر شخص کے کان تک پہنچ گیا۔

یہاں میں ایک اور واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں وہاں سے یہ مطالبہ آرہا تھا کہ آپ پہلے مضمون لکھیں اور ہمیں بھیج دیں ہم اس کا ترجمہ کر دیں گے میں بڑا مصروف آدمی ہوں میرے لئے مضمون لکھنا بھی بڑا مشکل تھا اور پھر وقت پر مضمون لکھنا تو اور بھی مشکل تھا لیکن جب مجھ پر زیادہ دباؤ پڑا تو میں نے لکھنا شروع کر دیا۔ پہلا مضمون میں نے فرینکفورٹ کیلئے لکھا لیکن مجھے اپنا لکھا ہوا مضمون بھی پسند نہ آیا میں نے اسے ایک طرف رکھ دیا پھر میں نے ایک دوست کو کہا کہ میں ڈکٹیٹ کراتا ہوں تم لکھتے جاؤ چنانچہ میں نے ایک مضمون ڈکٹیٹ کرایا۔ لیکن مجھے وہ بھی پسند نہ آیا میں نے اسے بھی چھوڑ دیا یہ مضامین تو میں نے کوشش کر کے لکھے تھے۔ لیکن دوسری صبح کو میں بیٹھا تو آمد شروع ہوگئی فقرہ فقرہ آتا چلا گیا لیکن بجائے اس کے وہ پندرہ منٹ کا مضمون بنتا وہ ۴۵ منٹ کا مضمون بن گیا اس میں بڑا زور تھا، دلائل تھے اور وہ بڑا اثر رکھنے والا مضمون تھا۔ غرض اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی اچھی تقریر تیار ہوگئی یہاں میں نے اس کا ترجمہ کروایا جب چیک کیا تو بعض نے کہا یہ مضمون لمبا ہے میں نے کہا اس کو چھوٹا کر دو لیکن مجھے کہا گیا یہ چھوٹا نہیں ہوسکتا اگر اسے چھوٹا کیا گیا تو اس کا زور ختم ہو جائے گا میں نے کہا اچھا رہنے دو وہاں جا کے دیکھیں گے کیا ہوتا ہے وہاں جا کے وہ مضمون جب مبلغین کو دکھایا تو وہ کہنے لگے کہ ان ملکوں کے حالات ایسے ہیں کہ ان میں یہ مضمون نہیں پڑھا جانا چاہئے کیونکہ یہ بڑا تیز ہے میں نے کہا ٹھیک ہے چنانچہ میں نے اسے رکھ لیا اور کہا اللہ تعالیٰ جو سمجھائے گا وہ کہتے چلے جائیں گے۔

زیورک پہنچے تو وہاں پہلی پریس کانفرس ہوئی وہاں ایک اخبار بہت پائے کا ہے اس کے متعلق ہمارے مبلغ چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ کی رپورٹ ہے کہ یہ ہمیشہ اسلام کے خلاف لکھتا ہے لیکن جب میں اس کی تردید کرتا ہوں تو یہ اُسے شائع نہیں کرتا۔ ہمارے خلاف لکھتا چلا جاتا ہے لیکن تردید میں ایک لفظ بھی شائع نہیں کرتا اور پتہ نہیں کہ اس کا نمائندہ پریس کانفرنس میں آتا ہے یا نہیں پہلی کانفرنس تھی

اور وہ بڑے ڈرے ہوئے تھے کہ پتہ نہیں پریس والے کیا کرتے ہیں وہ میری وجہ سے بھی زیادہ ڈرے ہوئے تھے وہ سمجھتے تھے کہ اگر انہوں نے کوئی نامناسب بات کہہ دی تو ہمیں غصہ آئے گا اور ہمیں تکلیف ہوگی غرض میری محبت اور پیار کی وجہ سے بھی انہیں خوف تھا اور یہ بھی ڈر تھا کہ ہمارے مشن کو کامیابی ہوتی ہے یا نہیں۔ لیکن ہوا یہ کہ سب اخباروں کے نمائندے آئے اور نہایت آرام کے ساتھ سوا گھنٹہ کے قریب پریس کانفرنس جاری رہی اور وہ لوگ سوال کرتے رہے اور میں ان کو جواب دیتا رہا۔ بعض دفعہ وہ سیاسی سوال بھی کر دیتے تھے اور میں انہیں کہہ دیتا تھا کہ میں سیاسی آدمی نہیں ہوں آپ مجھ سے مذہب کی باتیں کریں اس اخبار کا نمائندہ جو اسلام کے خلاف لکھتا رہتا تھا اور اس کے حق میں اس نے کبھی کوئی لفظ نہیں لکھا تھا ایک نوجوان تھا اس کو مجھ سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے اس کے دل کی تاروں کو ہلایا پریس کانفرنس ختم ہوگئی لیکن وہ نوجوان اس کے بعد بھی پندرہ منٹ کے قریب مجھ سے باتیں کرتا رہا آخر میں اس نے کہا میں آپ سے ایک آخری سوال پوچھنا چاہتا ہوں آپ مجھے بتائیں کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بانی کی بعثت کا مقصد کیا ہے (اب دیکھو اللہ تعالیٰ ہی ہمارے لئے خوشی کے سامان پیدا کرتا ہے اس کی بشارتیں اور رحمتیں ہم نے دیکھیں چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کی رحمت کا ہاتھ نظر آتا تھا۔) جب اس نوجوان نے سوال کیا تو اسی وقت اس کا جواب بھی میرے ذہن میں آ گیا۔ میں نے اس سے کہا میں آپ کی بعثت کا مقصد تمہیں اپنے الفاظ میں کیوں بتاؤں میں بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے الفاظ میں ہی تمہیں بتاتا ہوں کہ ان کی بعثت کا مقصد کیا تھا۔ آپ نے لکھا ہے کہ میں دلائل کے ساتھ اس صلیب کو توڑنے کیلئے آیا ہوں جس نے مسیح کی ہڈیوں کو توڑا اور اس کے جسم کو زخمی کیا۔ وہ نوجوان اچھل پڑا اور کہنے لگا مجھے حوالہ چاہئے۔ اب وہ شخص تو احمدی نہیں تھا اسے کیا غرض تھی کہ وہ اس حوالہ کو شائع کرتا لیکن اس نے کہا مجھے اصل حوالہ چاہئے۔ اب دیکھو خدائے علّام الغیوب کو تو پتہ تھا کہ اس حوالہ کا مطالبہ ہونا ہے میں نے یہاں مضمون لکھنے شروع کئے تو میں نے بعض حوالے نکلوائے تھے بعد میں مَیں نے مضمون تو تیار نہ کئے اور نہ میں کر سکا کیونکہ میری طبیعت میں انقباض پیدا ہو گیا تھا لیکن میں نے چوہدری محمد علی صاحب سے کہا یہ حوالے ساتھ رکھ لیں شاید وہاں کام آئیں ان حوالوں میں وہ حوالہ بھی تھا اور پھر وہ اُردو میں نہیں تھا بلکہ اس کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا ہوا تھا میں نے وہ حوالہ منگوایا اور اس نوجوان کے ہاتھ میں دے دیا اور کہا یہ ہے حوالہ اس نے اسے پڑھا تو کہا میں نے اسے نقل کرنا ہے میں نے کہا بڑی خوشی سے نقل کرو

اور اگلے دن اس اخبار میں جس میں اسلام کے حق میں کبھی ایک لفظ بھی نہیں چھپا تھا ایک لمبا نوٹ چھپا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کی یہ ساری عبارت بھی نقل کر دی گئی اس نے لکھا کہ آپ کا دعویٰ تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ میں اس غرض کیلئے مبعوث کیا گیا ہوں کہ اس صلیب کو دلائل کے ساتھ توڑ دوں جس نے مسیح کی ہڈیوں کو توڑا تھا اور آپ کے جسم کو زخمی کیا تھا میں نے جب اسے وہ حوالہ دیا تھا تو اسے یہ بھی کہا تھا کہ دیکھنا یہ غلطی نہ کرنا کہیں ''دلائل سے'' کے الفاظ چھوڑ دو اس سے غلط فہمی پیدا ہوسکتی ہے چنانچہ اس نے پورا حوالہ شائع کیا سارے حیران تھے اور کہتے تھے کہ ہمیں تو کوئی توقع نہیں تھی کہ اس قسم کی پریس کانفرنس ہوسکتی ہے سارے اخباروں میں خبریں شائع ہوئیں اُن میں سے کسی نے مسجد کی فوٹو دی اور کسی نے نہ دی لیکن ہمارے فوٹو کے ساتھ نوٹ شائع کئے غالباً مسجد کی فوٹو اس لئے شائع نہ کی گئی کہ اس کے فوٹو اخبارات میں آچکے ہیں اور وہ پرانی مسجد ہے۔

اس کے بعد ہم ہیگ پہنچے۔ (میں اس وقت صرف پریس کانفرنسوں کو لے رہا ہوں) وہاں حافظ قدرت اللہ صاحب مجھے کہنے لگے کہ یورپ کے دوسروں ملکوں کی نسبت یہاں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف تعصّب بہت زیادہ ہے اور میں ڈر رہا ہوں پتہ نہیں پریس کانفرنس میں کیا ہوگا اور غالباً میں نے ان سے ہی کہا تھا کہ آپ فکر نہ کریں سوال مجھ سے ہونے ہیں اور میں نے ہی ان کے جواب دینے ہیں وہاں بھی پریس والوں نے بڑے ادب اور احترام کیساتھ مجھ سے باتیں کیں ایک نوجوان جو بڑا لمبا اور صحت والا تھا اور غالباً کسی کیتھولک اخبار کے ساتھ تعلق رکھتا تھا اس نے ایک سوال کیا سوال تو اس نے بڑے ادب سے کیا لیکن اس کی آنکھوں میں شوخی تھی وہ نوجوان کہنے لگا آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے ہمارے ملک میں کتنے مسلمان کئے ہیں غالباً اسے علم تھا کہ یہاں احمدی تھوڑی تعداد میں ہیں مَیں نے اس کو کہا کہ تمہارے نزدیک مسیح علیہ السلام کی جتنی زندگی تھی گو اس مسئلے میں ہمارا اور تمہارا اختلاف ہے لیکن میں اس وقت اس اختلاف کو چھوڑتا ہوں تمہارے خیال میں جتنے سال مسیح علیہ السلام اس دنیا میں زندہ رہے اس ساری عمر میں انہوں نے جتنے عیسائی بنائے تھے ان سے زیادہ اس ملک میں ہم نے مسلمان بنائے ہیں اس پر ایسا رُعب طاری ہوا کہ دوسرے نمائندے تو سوال کرتے رہے لیکن وہ خاموش رہا تیں چالیس منٹ کے بعد میں نے اس کی طرف توجہ کی اور کہا کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ تم نے مجھ میں دلچسپی لینی چھوڑ دی ہے لیکن میری تم میں دلچسپی ابھی تک قائم ہے تم سوال کرو میں اس کا جواب دوں گا خیر اس کے بعد اس

نے بعض سوال کئے اور میں نے ان کا جواب دیا۔ زیورک میں تو میں پریس کانفرنس کے بعد وہیں ٹھہرا رہا لیکن ہیگ میں مَیں پریس کانفرنس کے معاً بعد اس جگہ کو چھوڑ کر اپنے کمرہ میں چلا گیا تھا اور وہ نوجوان قریباً ایک گھنٹہ تک دوستوں سے گفتگو کرتا رہا اس نے قیمتاً ہمارا لٹریچر بھی خریدا اور کہنے لگا میں اسے ضرور پڑھوں گا غرض اس پر اتنا اثر تھا وہاں کے سارے اخباروں نے صرف یہ خبر ہی شائع نہیں کی تھی کہ ہم اس ملک میں آئے ہیں بلکہ ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ وہ کہتے ہیں اسلام لاؤ ورنہ تباہ ہو جاؤ گے اور دراصل یہی بات ان دو غرضوں میں سے ایک تھی جن کیلئے میں وہاں گیا تھا مجھ سے وہ باتیں کرتے ان کو بھی شائع کرتے اور ساتھ ہی ہماری تصویریں بھی شائع کرتے لیکن اگر وہ صرف میری تصویر شائع کرتے تو اس میں میری کوئی عزت افزائی نہیں تھی جس کو خدا تعالیٰ نے عزت دی ہو وہ دنیا کی عزتوں کی کیا پرواہ کرتا ہے میرے وہاں جانے کی جو اصل غرض تھی وہ پوری ہونی چاہئے تھی میں نے ان کو جو انتباہ دینا تھا وہ ہر ایک کے پاس پہنچنا چاہئے تھا اور مجھے خوشی اس بات سے ہوئی تھی کہ انہوں نے صاف طور پر لکھ دیا تھا کہ میرا پیغام یہ ہے کہ دو راستے تمہارے لئے کھلے ہیں یا تو تم اسلام لاؤ یا تباہ ہونے کیلئے تیار ہو جاؤ میں ویسے وہاں یہ فقرہ بولتا تھا کہ اپنے ربّ کی طرف رجوع کرو Come back to your creator اور اس کا مفہوم وہ سارے سمجھتے تھے چنانچہ ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا مطلب تو اسلام سے ہے نا میں نے کہا ہاں اللہ وہی تو ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے وہ لوگ ذات باری اور صفات باری کے متعلق تو کچھ جانتے نہیں تھے لیکن وہ مفہوم کے لحاظ میرے فقرہ کا ترجمہ کر لیتے تھے اور انہوں نے یہ شائع کیا کہ یہ کہتے ہیں کہ تم اسلام کو قبول کرو ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔

اس کے بعد ہم ہیمبرگ پہنچے ہیمبرگ میں چار روزانہ اخبار ہیں جرمنی میں صرف دو اخبار ایسے ہیں جو سارے جرمنی میں پڑھے جاتے ہیں بلکہ ساری دنیا میں پڑھے جاتے ہیں اور لندن ٹائمز کے ہم پلہ ہیں باقی سارے اخبار مقامی ہیں بہر حال ہیمبرگ میں چار روزانہ اخبار ہیں جن میں سے تین صبح کو چھپتے ہیں اور ایک شام کو چھپتا ہے جو اخبار صبح کو چھپتے ہیں ان میں سے ایک ان دو اخبارات میں سے ہے جو صرف جرمنی میں ہی نہیں پڑھے جاتے بلکہ ساری دنیا میں جہاں جرمن زبان بولی جاتی ہے پڑھے جاتے ہیں اور یہ اطلاع مجھے کراچی میں پریس میں کام کرنے والے ایک غیر احمدی دوست نے دی جب میں نے اخبار کا نام لیا ،،ڈی ویلٹ ،، تو اس نے کہا (اچھا یہ اخبار ہے یہ تو ساری دنیا میں جاتا ہے اور جرمنی کے دو

بڑے اخباروں میں سے ایک ہے اس کے علاوہ تین اور اخبار ہیں اور وہ اپنے علاقہ میں پڑھے جاتے ہیں۔ گویا صرف چار اخبار ہیں باقی نیوز ایجنسیز (News Agencies) جیسے ہمارے ہاں اے پی پی وغیرہ ہے پھر ریڈیو ہے وغیرہ وغیرہ، ہمارے مبلغوں کا اثر ورسوخ ہے حکومت سے بھی ان کے تعلقات ہیں محکمہ اطلاعات وانفارمیشن کو جب پریس کانفرنس کے متعلق علم ہوا تو انہیں خیال آیا کہ کہیں یہ مایوس نہ ہو جائیں چنانچہ انہوں نے فون کر کے بتایا کہ حکومت کی طرف سے ہم پریس کانفرنس بلاتے ہیں، بڑا زور لگاتے ہیں، روپیہ خرچ کرتے ہیں، تب جا کر کہیں سات آٹھ یا نو نمائندے آتے ہیں اگر آپ کی پریس کانفرنس میں تھوڑے نمائندے ہوں تو آپ مایوس نہ ہوں ہمارے ملک کا یہی طریق ہے۔ خیر انہوں نے وارننگ دی اور وارننگ بھی اپنی محبت اور تعلق کی وجہ سے دی تا کہ ہم مایوس نہ ہو جائیں وہاں ایک اٹلانٹک ہوٹل ہے جس میں یہ پریس کانفرنس ہوئی میں جب وہاں گیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں ۳۵ نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں ان چاروں اخباروں کے نمائندے تھے ہفتہ وار اخباروں کے نمائندے تھے دو نمائندے ریڈیو کے تھے۔ (وہاں دو مختلف ریڈیو پروگرام ہیں اور ان میں سے ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ اپنی انڈی پینڈنٹ ٹیم بھیجی ہوئی تھی) نیوز ایجنسیز کے نمائندے تھے پھر وہاں رواج ہے کہ فوٹو گراف مہیا کرنے والی بھی انڈی پینڈنٹ ایجنسیاں ہیں وہ فوٹو لے لیتی ہیں اور ہر اخبار کو بھیج دیتی ہیں اور کہلا بھیجتی ہیں اگر تم نے اس واقعہ کے متعلق کوئی نوٹ دینا ہو تو یہ تصویریں ہیں تم ان میں سے کوئی ایک یا دو منتخب کر لو اور اس کے وہ پیسے لے لیتی ہیں یہ ان کے کمانے کا ایک ذریعہ ہے اخبار کو اپنے علیحدہ فوٹو گرافر رکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی بہر حال وہاں یہ سسٹم ہے اور ان فوٹو لینے والی ایجنسیوں کے نمائندے بھی وہاں موجود ہوتے تھے کل نمائندے ۳۵ تھے اور ایک گھنٹہ پچیس منٹ تک ہم باتیں کرتے رہے وہ اُٹھنے کا نام ہی نہ لیتے تھے میں خود کھڑا ہو گیا اور کہا اب ہم اس پریس کانفرنس کو ختم کرتے ہیں۔

اس پریس کانفرنس میں دو عورتیں بھی تھیں میں نے ان سے ہاتھ نہیں ملایا تھا اور اس پر ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا آپ نے ہم سے ہینڈ شیک یعنی مصافحہ کر کے ہماری عزت افزائی تو کی ہے لیکن ان عورتوں کی عزت افزائی نہیں کی یہ کیا بات ہے؟ میں نے کہا کہ میں تمہارا بڑا ممنون ہوں کہ تم نے یہ سوال کر کے بات کی وضاحت کر والی ہے ورنہ تم یہاں سے اُٹھ جاتے تو غلط فہمی قائم رہتی۔ اسلام کا یہ مسئلہ ہے اور یہ ایک عورت کی بے عزتی کے خیال سے نہیں بلکہ اس کی عزت اور احترام کو قائم کرنے

کیلئے ہے تم یہ تو کہہ سکتے ہو کہ ہمارا نظریہ درست نہیں مگر ہم پر یہ الزام نہیں لگ سکتا کہ ہم عورت کی عزت اور احترام نہیں کرتے خیر بات ان کی سمجھ میں آ گئی اور ان کی تسلی ہو گئی بڑی لمبی چوڑی گفتگو ہوئی ان سے اس موقع پر ایک بڑی اچھی تصویر بھی لی گئی جو مجھے بہت پسند آئی میں نے ایک وارننگ دیتے ہوئے جوش میں اپنی انگلی ہلائی جونہی میں نے انگلی ہلائی ایک فوٹو گرافر نے چھلانگ لگائی میرا خیال تھا کہ وہ تصویر نہیں لے سکے گا لیکن وہ اپنے فن میں بڑے ماہر ہوتے ہیں پتہ نہیں کس طرح اس نے تصویر لے لی دوسرے دن وہ تصویر اخبار میں آ گئی۔ ہیمبرگ کے ٹیلی ویژن کو ایک کروڑ سے زیادہ آدمی دیکھتے ہیں جرمن کے چھوٹے چھوٹے کئی صوبے ہیں اور ہیمبرگ کا ٹیلی ویژن تین چار صوبوں میں دیکھا جاتا ہے ہیمبرگ کا ٹیلی ویژن جس علاقہ میں دیکھا جا سکتا ہے اس کے متعلق اندازہ ہے کہ اس میں اسے ایک کروڑ سے زیادہ آدمی دیکھتے ہیں ہم نے اس میں چالیس فیصدی کاٹ دیا کہ بہت سے لوگ باہر گئے ہوئے ہوتے ہیں بعض لوگ سیر و سیاحت کے لئے گھروں سے نکلے ہوئے ہوتے ہیں پھر بھی ۶۰، ۷۰ لاکھ کے درمیان لوگوں نے ہمیں ٹیلی ویژن پر دیکھ لیا اور جو باتیں وہاں ہوئی وہ یہی تھیں کہ اسلام لاؤ اور اپنے اللہ کی معرفت حاصل کرو یہ پیغام براڈ کاسٹ بھی ہو گیا اور پھر سارے اخباروں میں بھی آ گیا اخباروں کی وجہ سے شہر میں ہمارا اس طرح چرچہ ہوا کہ ہمارے لئے باہر نکلنا مشکل ہو گیا دو ایک بار ہم بازار میں گئے تو جہاں تک نظر جاتی تھی مرد عورتیں اور بچے اپنا کام کاج چھوڑ کر ہماری طرف دیکھنے لگ جاتے تھے اور سینکڑوں کیمرے نکل آتے تھے جس دوکان میں بھی جاؤ سودے کے متعلق بات بعد میں ہوتی پہلے اخبار ہمارے سامنے کر دیا جاتا تھا اور اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ وہ ہمیں جانتے ہیں اور اس بات کا اظہار وہ بڑی خوشی اور بشاشت سے کرتے تھے میرا بتانے کا یہ مطلب ہے کہ ہر گھر میں ہمارا یہ پیغام پہنچ گیا کہ اسلام لاؤ یا تباہ ہو جاؤ کیونکہ میری باتوں کا خلاصہ یہی تھا کہ اپنے ربّ سے تعلق پیدا کرو ورنہ تباہی تمہارے سامنے ہے۔

اس کے بعد ہم کوپن ہیگن گئے پہلے اس کے کہ میں کچھ کوپن ہیگن کے متعلق بتاؤں میں ایک واقعہ بتانا چاہتا ہوں زیورک میں جو ٹیم ٹیلی ویژن کیلئے انٹرویو لینے آئی تھی وہ تین اشخاص پر مشتمل تھی ان میں سے دو مرد اور ایک عورت تھی جو عورت تھی اس نے کہا میں ریکارڈ کرنے سے پہلے آپ سے بعض سوال کر کے جواب لینا چاہتی ہوں کیونکہ پروگرام چھوٹا ہے اور سوال زیادہ ہیں میں جو جواب اچھے سمجھوں گی

انہیں ٹیلی ویژن کیلئے ریکارڈ کرلوں گی میں نے کہا ٹھیک ہے اس نے ایک سوال یہ کیا کہ آپ ہمارے ملک میں اسلام کس طرح پھیلائیں گے۔ میں نے اسے فوری طور پر یہ جواب دیا کہ دلوں کو فتح کر کے اس کو یہ جواب اتنا اچھا لگا کہ وہ کہنے لگی میں یہ فقرہ ضرور ٹیلی ویژن پر لانا چاہتی ہوں میں نے کہا ٹھیک ہے اس کے بعد انہوں نے ٹیلی ویژن کیلئے ریل (فلم) تیار کی منظر یہ تھا کہ پیچھے مسجد تھی اور سامنے میں تھا۔ میں جو کچھ بول رہا تھا وہ اس فلم پر آ گیا اور نشر ہوا۔

کوپن ہیگن کی پریس کانفرنس میں بھی ایک نمائندہ نے یہ سوال کر دیا کہ آپ ہمارے ملک میں اسلام کیسے پھیلائیں گے میں نے اسے کہا کہ بالکل یہی سوال زیورک میں ایک عورت نے کیا تھا اور میں نے اسے یہ جواب دیا تھا کہ دلوں کو فتح کر کے۔ اس جواب پر ایک عورت نمائندہ بڑے وقار سے کہنے لگی کہ ان دلوں کو لے کر آپ کریں گے کیا؟ میں نے اسے جواب دیا کہ ’’پیدا کرنے والے ربّ کے قدموں میں جار کھیں گے‘‘ اس جواب کا اس پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ پریس کانفرنس کے بعد بھی کافی دیر وہاں ٹھہری رہی۔ اس نے ہمیں نماز پڑھتے دیکھا۔ اس نے کہا میں واپس جا کر ایک مضمون لکھوں گی خیر وہاں بھی پریس انٹرویو ہوا اور بڑا اچھا ہوا اور تمام اخبارات میں وہ چھپا۔ پریس کانفرنس سے پہلے مسجد کے افتتاح کی جو تصویریں چھپیں ان میں سے ایک اخبار نے یہ کیا کہ نماز کی تصویر دے کر اس کے نیچے یہ نوٹ دے دیا کہ یہ لوگ محمد (ﷺ) کی عبادت کر رہے ہیں اگلے دن پادریوں کے ایک گروپ نے مجھ سے انٹرویو کا وقت لیا ہوا تھا اس دن صبح ہی وہ اخبار آ گیا میں نے دوستوں کو یہ ہدایت دی کہ جب پادری آئیں تو یہ اخبار میرے ہاتھ میں دے دیں چنانچہ میٹنگ سے پہلے وہ اخبار میرے ہاتھ میں دے دیا گیا اس گروپ کا جو لیڈر تھا میں نے اس سے کہا کہ اس فقرہ کا ترجمہ کر کے مجھے بتاؤ مجھے اس کے مفہوم کا علم تو تھا لیکن میں اس کے منہ سے کہلوانا چاہتا تھا شرمندگی سے اس کا منہ سرخ ہو گیا اور اس نے کہا ہم یہ نوٹ پہلے دیکھ چکے ہیں اور بڑے شرمندہ ہیں میں نے کہا اب دو صورتیں ہیں یا تو میں اس کی تردید کروں اور یا تم اس کی تردید کرو اگر میں اس کی تردید کروں گا تو اس سے بدمزگی پیدا ہوگی کیونکہ میں تو اپنے رنگ میں اس کی تردید کروں گا۔ چنانچہ اس پادری نے اس کی تردید شائع کرائی ایک لمبا نوٹ لکھا گیا جو اس اخبار میں شائع ہو گیا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ایک اور موقعہ ہمارے نظریہ کو پھیلانے اور اسلام سے تعارف کرانے کا پیدا کر دیا بہر حال جیسا کہ میں نے بتایا ہے وہاں کی ہر اخبار نے ہمارے متعلق لکھا اور بعض

اخبارات نے ایک ایک صفحہ اس کے لئے دیا۔

پھر جیسا کہ میں نے اشارۃً بتایا ہے کہ ہمارے ملکوں میں تو رواج نہیں لیکن اس ملک میں یہ رواج ہے کہ باہر سے آنے والے ایسے آدمیوں کو جن کو وہ بڑا سمجھتے ہیں لارڈ میئر ری سپشن دیتا ہے اور اس کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ وہ اسے اپنے شہر میں خوش آمدید کہہ رہے ہوتے ہیں کوپن ہیگن میں دوسرے ملکوں کے رواج کی طرح صرف ایک کارپوریشن نہیں جس کے آگے مختلف یونٹ ہوں وہاں مختلف کارپوریشنز ہیں جن میں سے ہر ایک انڈی پینڈٹ ہے۔ آپس میں ان کا کوئی تعلق نہیں۔ ان میں سے اُس کارپوریشن کا جس کے علاقہ میں ہماری مسجد ہے الگ لارڈ میئر ہے اس کے علاوہ ایک اور کارپوریشن ہے جس میں کوپن ہیگن کا پرانا شہر واقع ہے۔ اس کی میئرس ایک عورت ہے ان دونوں کارپوریشنوں نے ہمیں ری سپشن دی ہوئی تھی۔ ہمارے علاقہ کی کارپوریشن کا لارڈ میئر مشن سے اتنا تعلق رکھتا ہے کہ وہ چھٹیوں پر گیا ہوا تھا اور وہاں سے وہ صرف مسجد کے افتتاح میں شامل ہونے اور مجھے ری سپشن دینے کے لئے واپس آیا اور بڑے پیار سے اس نے مجھ سے گفتگو کی میں نے اسے بتلایا کہ ہمارے احمدی مسلمان تمہاری کارپوریشن کے بہترین شہریوں میں سے ہوں گے کیونکہ ہمارا یہ مذہبی عقیدہ ہے کہ ہم ملکی قانون کی پابندی کریں اسلام نے ہمیں یہی سکھایا ہے لارڈ میئر نے ہمیں اپنی کارپوریشن کا جھنڈا دیا اور ہم نے اسے قرآن کریم دیا۔ پھر ہم دوسری کارپوریشن کی طرف سے دی ہوئی ری سپشن میں شریک ہوئے اس میں لارڈ میئرس نے ہمیں اپنی کارپوریشن سے متعلق ایک معلوماتی کتاب دی اور ہم نے اس کو قرآن کریم پیش کیا باتیں بھی ہوتی رہیں اس موقع پر پریس کے نمائندے بھی موجود تھے اگلے دن اس ری سپشن کی تصویر بھی اخباروں میں آ گئی۔ جس میں لارڈ میئرس کو قرآن کریم وصول کرتے ہوئے دکھایا گیا تھا ایک اخبار نویس نے شرارتاً اسے کہا کہ انہوں نے تم کو اپنا ہاتھ نہیں دیا۔ یعنی مصافحہ نہیں کیا وہ عورت پڑھی لکھی تھی اور بڑی ہوشیار تھی اس نے فوراً یہ جواب دیا کہ انہوں نے مجھے اپنا ہاتھ تو نہیں دیا لیکن مجھے قرآن کریم دیا ہے اور اگلے دن اس کا یہ فقرہ بھی اخباروں میں چھپ گیا۔

اس کے بعد ہم یورپ کو چھوڑ کر لنڈن پہنچے لنڈن کے پریس نے ہمارے ساتھ پہلے تو کوئی تعاون نہیں کیا یعنی انہوں نے ہمارے متعلق کوئی خبر نہیں دی۔ صرف ایک اخبار نے خبر دی جس کا نمائندہ ائیر پورٹ پر آیا ہوا تھا اور اس سے گفتگو بھی ہوئی تھی لیکن عام طور پر پریس نے ہمیں نظر انداز کیا تین دن

ہم وہاں رہے پھر ہم سکاٹ لینڈ چلے گئے وہاں بھی پریس کانفرنس ہوئی اور وہاں کی اخباروں نے خبریں بھی دیں اس کے بعد ہم چند روز ، ، ونڈرمئیر ٹھہرے اس دوران ایک مقامی اخبار نے امام رفیق (مسجد لنڈن کے امام) کو فون کیا اور کہا کہ لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ کون لوگ ہیں جو ہمارے علاقہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں یہاں تو ایک ہنگامہ بپا ہے کہ مقامی اخبار نے کچھ لکھا نہیں اور لوگ حیران ہیں آخر انہیں پتہ لگنا چاہئے کہ یہ کون ہیں چنانچہ امام رفیق نے اسے بتایا اور اس نے اگلے روز ایک خبر شائع کر دی۔

ابھی ہم ونڈرمئیر میں ہی تھے کہ ہمیں وہاں ایک پیغام ملا کہ ٹائمنر لنڈن سپیشل انٹرویو لینا چاہتا ہے میں نے کہا ٹھیک ہے لیکن وقت ہم وہاں مقرر کریں گے ٹائمنر لنڈن چوٹی کے اخباروں میں سے ہے دوست یہ نہ سمجھیں کہ میں چھوٹی چھوٹی باتوں کا ذکر کر رہا ہوں میرے نزدیک یہ باتیں بڑی اہم ہیں کیونکہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ہاتھ نظر آتا ہے ٹائمنر لنڈن کا جو نوجوان نمائندہ انٹرویو لینے آیا اس نے مجھے بتایا کہ وہ آسٹریلیا کا رہنے والا ہے لنڈن کا رہنے والا نہیں اور وہ صرف چھ ماہ سے یہاں کام کر رہا ہے میں جب آکسفورڈ میں پڑھا کرتا تھا اسوقت میرے بعض گہرے دوست آسٹریلیا کے طالب علم تھے میں نے کہا مجھے تم سے ملکر بہت خوشی ہوئی ہے ویسے تو مجھے ہر ایک سے ملکر خوشی ہوتی ہے لیکن تمہارے ساتھ ملکر اس لئے بھی خوشی ہوئی کہ آسٹریلیا کے بعض طالب علموں سے میری بڑی گہری دوستی تھی اور بڑے لمبے زمانہ کے بعد آج ایک میں آسٹریلین سے مل رہا ہوں۔ بہر حال ایک بے تکلفی کا ماحول پیدا ہو گیا وہ نوجوان بڑا عقلمند تھا اور زیرک تھا وہ مجھ سے مختلف باتیں کرتا رہا وہاں پریس کے نمائندے مجھے سیاست میں گھسیٹنے کی کوشش کرتے تھے لیکن یورپ کا پریس بڑا سمجھدار ہے جب میں نے ان سے کہہ دیا کہ مجھ سے صرف مذہبی باتیں کرو تو وہ اس پر زور نہیں دیتے تھے میں نے اس سے بھی کہا کہ مجھ سے سیاست کی باتیں نہ کرو تو وہ رک گیا میں نے اس کو یہ بھی بتایا کہ اسلام امن اور سلامتی کا مذہب ہے نیز مذہب کا تعلق دل سے ہے اور دل کو طاقت کے ذریعہ بدلا نہیں جا سکتا۔ مذہب کے نام پر خواہ مخواہ جھگڑنا ہی غیر معقول ہے اب ہم دونوں یہاں بیٹھے ہیں میں ایک مسلمان ہوں اور ایک مذہبی فرقہ کا سربراہ ہوں اور تم ایک عیسائی نوجوان ہو میرے دل میں تمہارے متعلق دشمنی نفرت کا یا حقارت کا کوئی جذبہ نہیں اور مجھے یقین ہے کہ تمہارے دل میں میرے خلاف دشمنی نفرت یا حقارت کا کوئی جذبہ نہیں اور اگر ہم یہاں اس کمرہ میں اس قسم کی فضا پیدا کر سکتے ہیں تو ساری دنیا میں بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ دوسرے دن اس نے اخبار میں بڑا

اچھا نوٹ دے دیا ہمیں یہ خیال بھی نہیں تھا کہ اس قسم کا نوٹ اخبار میں آ جائے گا ٹائمز کو اتنی اہمیت حاصل ہے کہ اگر اس میں کوئی چیز چھپ جائے تو اس کے متعلق یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ انگلستان کے سارے پریس میں وہ چیز آ گئی بہرحال وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اعلاء کلمۃ اللہ کے سامان پیدا کر دیئے۔

پھر کراچی میں انٹرویو ہوا یہ لوگ ایسے رنگ کے ہیں یہ لوگ بار بار مجھ سے سیاسی سوال کر دیتے تھے اور بار بار مجھے یہ کہنا پڑتا تھا کہ میں کسی سیاسی سوال کا جواب نہیں دوں گا ویسے سب ہی اچھے تھے انہیں یہی اچھا معلوم ہوتا تھا کہ میں ان سے سیاسی گفتگو کروں ہر ایک کا اپنا اپنا خیال ہوتا ہے لیکن یہاں بھی اخبارات میں اچھے نوٹ آ گئے تھے ان پریس کانفرنسز سے میری کوئی ذاتی غرض وابستہ نہ تھی میں نے صرف یہی مقصد اپنے سامنے رکھا تھا کہ ان لوگوں کو جھنجھوڑا جائے اور اسلام کے عالمگیر غلبہ کا آسمانوں پر جو فیصلہ ہو چکا ہے اس حقیقت کی طرف انہیں متوجہ کیا جائے اور یہ غرض اخباروں کے تعاون سے پوری ہو گئی اور یہ مقصد ہمیں حاصل ہو گیا۔

ساری قوم کو انتباہ کر دیا گیا اس لحاظ سے کہ اکثریت کے کانوں میں یہ آواز پہنچ گئی اور یہ بات ان کے ذہن نشین کر دی گئی کہ ہمیں ایک انتباہ دیا گیا ہے اور ایک وارننگ دینے والے نے ہمیں وارننگ دے دی ہے۔

جس تیز مضمون کے متعلق میں نے پہلے بیان کیا ہے اس کے متعلق میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ جب ہم لندن گئے تو ہمیں ایک ری سپشن دی گئی جس میں تین سو آدمیوں نے شامل ہونا تھا گو یہ ری سپشن جماعت کی طرف سے تھی لیکن اس میں اس علاقہ کے میئر بھی مدعو تھے جس میں ہماری مسجد ہے ایک ایم پی تھے پاکستان ایسوسی ایشن کے پریذیڈنٹ تھے اور بعض دوسرے انگریز بھی تھے اور یہ سب کوئی تیس چالیس آدمی تھے میں نے سوچا کہ میں نے اپنی محنت سے یہ مضمون تیار نہیں کیا بلکہ یہ آمد تھی اور میرے ربّ کی عطا۔ اس لیے اس کا جو مقصد تھا وہ پورا ہونا چاہئے اور یہی وہ جگہ ہے کہ جہاں یہ مقصد پورا ہو سکتا ہے اس کے بعد مجھے کوئی اور موقع نہیں ملے گا۔ چنانچہ میں نے محترمی مخدومی چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سے کہا کہ آپ اسے پڑھیں اور مجھے مشورہ دیں کہ آیا ری سپشن کے بعد میں یہ تقریر کروں یا نہ کروں میں نے انہیں اس کا پس منظر بھی بتایا۔ اگلے دن صبح ان کا پیغام مجھے آیا آپ یہ تقریر ضرور کریں تقریر کے انگریزی ترجمہ کے فقرات میں بعض جگہ انہوں نے لفظی اصلاح بھی کی انگریزوں کا طریق تھا کہ وہ ڈنر کے بعد ہلکی پھلکی تقریریں

کرتے ہیں اور وہ تین تین چار چار منٹ کی ہوتی ہیں یہی کہ ایک دو لطیفے سنا دیئے اور بیچ میں کوئی کام کی بات کہہ دی میں اس بات کی وجہ سے بڑا پریشان تھا۔ کیونکہ مجھ سے پہلے چار تقریریں تھیں سب سے پہلے میئر کھڑا ہوا اور اس نے پاکستان کی بھی اور جماعت کی بھی بڑی تعریف کی اور تین چار منٹ کے بعد وہ بیٹھ گیا اس کے بعد ایم پی کھڑا ہوا ان کی طبیعت میں مزاح تھا انہوں نے ایک دو لطیفے سنائے اور خوب ہنسایا پھر پاکستان ایسوسی ایشن کا پریذیڈنٹ کھڑا ہوا اور اس نے اپنے لحاظ سے کچھ سنجیدہ اور کچھ ہلکی پھلکی تقریر کی۔ آخر میں (مجھ سے پہلے) چوہدری ظفر اللہ خان صاحب تھے وہ کھڑے ہوئے انہوں نے ایک دو فقروں کے بعد میرے متعلق کہا کہ انہوں نے اس وقت بعض بڑی اہم باتیں کرنی ہیں اس لئے میں زیادہ وقت نہیں لیتا گویا انہوں نے میرے پیغام کا تعارف بھی کرا دیا اور وہ سارے اس بات کے لئے تیار ہو گئے کہ کوئی اہم پیغام آنیوالا ہے میرے ذہن سے بوجھ اُتر گیا اور میں نے مضمون پڑھنا شروع کیا ۴۵ منٹ میں وہ مضمون ختم ہوا اس سارے عرصہ میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سامعین مسحور ہیں کوئی آواز وہاں پیدا نہ ہوئی بعد میں احمدیوں نے مجھے بتایا کہ ہمیں پسینے آ رہے تھے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بڑا تیز مضمون تھا لیکن وہ مضمون میرا نہیں تھا یہ نہیں تھا کہ میں نے سوچ کر اور عقل پر زور دے کر اسے بنایا ہو بلکہ جب میں لکھنے لگا تو مضمون ذہن میں آتا گیا اور میں لکھتا گیا۔ ایک احمدی کہنے لگا کہ میرے ساتھ ایک انگریز بیٹھا ہوا تھا جب آپ نے مضمون پڑھنا شروع کیا تو اس نے حیرانی سے منہ کھولا اور پھر ۴۵ منٹ تک اس کا منہ کھلا ہی رہا جس وقت میں نے مضمون ختم کیا اور سلام کیا اس وقت شائد کوئی چیونٹی بھی چلتی تو مجھے آواز آ جاتی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا سارے سٹنڈ (Stunned) ہو گئے ہیں اپنے بھی اور پرائے بھی اس خاموشی کی حالت میں میں نے سلام کیا اور باہر نکل گیا جب تک میں ہال سے باہر نہیں نکلا میرے کان میں کوئی آواز نہیں پڑی علاقہ کے میئر میرے ساتھ تھے وہ بڑے عقل مند آدمی تھے ہمارے احمدیوں کو یہ خیال نہ آیا کہ میں اکیلا باہر نکل گیا ہوں وہ سارے وہیں بیٹھے رہے تھے انہیں یہ بھی خیال نہ آیا کہ یہ اکیلے موٹر میں کیسے چلے جائیں گے وہاں موٹر ڈرائیور بھی نہیں تھا میئر مجھے کہنے لگا آپ تھکے ہوئے ہوں گے اِدھر آئیں ہم ذرا یہاں بیٹھتے ہیں میں نے کہا۔ ٹھیک ہے ہال اوپر تھا ہم سیڑھیوں سے نیچے اُتر کے نیچے کے کمرے میں چلے گئے اور وہاں کھڑے کچھ دیر تک باتیں کرتے رہے وہاں وہ ایم پی بھی آ گئے وہ کہنے لگے مجھے امید ہے کہ جس تباہی کا آپ نے ذکر کیا ہے اس کی پیش گوئی ہمارے حق میں پوری نہیں ہو گی قبل اس کے کہ میں اس

کا کوئی جواب دیتا میئر نے کہا کہ ان کی تقریر کا خلاصہ تو یہ ہے کہ ایک تو دنیا میں امن ہونا چاہئے اور دوسرے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہئے جب اس نے اس رنگ میں جواب دیا تو وہ خاموش اور سنجیدہ ہو گئے ویسے تو وہ بڑا اچھا آدمی تھا لیکن بعض آدمیوں کی طبیعت ایسی ہوتی ہے کہ وہ ہنسی مذاق کرتے رہتے ہیں اور جس وقت میئر نے دیکھا کہ لوگ نیچے اُتر آئے ہیں (سامنے کا دروازہ کھلا ہوا تھا) تو کہنے لگے اچھا اب چلئے تب مجھے پتہ لگا کہ اس کے دماغ میں یہ نہیں تھا کہ میں تھکا ہوا ہوں اور آرام کروں بلکہ یہ تھا کہ میں اکیلا ہوں سارے ساتھی وہاں بیٹھے ہیں اور موٹر چلانے والا بھی وہاں بیٹھا ہے کیونکہ وہاں ڈرائیور استعمال نہیں ہوتا سارے لوگ کاریں آپ ہی چلاتے ہیں۔

پھر میں نے جماعت کو ہدایت دی کہ میرا یہ مضمون بہت تھوڑے آدمیوں نے سنا ہے اب اسے گھر گھر پہنچاؤ اور خرچ کا اندازہ لگاؤ انہوں نے کہا پچاس ہزار کاپیوں پر کوئی ڈیڑھ سَو پونڈ خرچ آئے گا یعنی پچاس ہزار کاپیوں پر دو ہزار روپے میں نے کہا ٹھیک ہے اگر پیسے نہیں ہیں تو میں انتظام کر دیتا ہوں وہ کہنے لگے رقم کا انتظام ہم کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں رہنے والے احمدیوں کو قربانی کی بڑی توفیق دی ہے چنانچہ چند دوستوں نے باہم ملکر یہ فیصلہ کیا کہ ہم اسے شائع کریں گے چنانچہ پچاس ہزار کاپیاں اس مضمون کی وہاں چھپ چکی ہیں اب میں نے ہدایت دی ہے کہ اس کا جرمن ڈینش اور ڈچ زبانوں میں ترجمہ ہو جائے اور پھر اگر موقعہ ملا تو سپینش اور اٹالین میں بھی اس ترجمہ کو کروایا جائے گا اور سارے یورپ میں اسے پہنچا دیا جائے گا میں نے انہیں کہا کہ وقف عارضی کو جاری کرو اور واقفین سے یہ کام لو اسے ہر گھر میں پہنچاؤ اس کی تعداد کم ہے اور گھر زیادہ ہیں اس لئے پڑھے لکھے اور صاحب رسوخ لوگوں کی فہرست بناؤ اور ان تک اسے پہنچاؤ شہروں اور دیہات دونوں میں اسے تقسیم کرو یہ نہیں کہ شہروں میں اسے تقسیم کرو اور دیہات میں نہ کرو۔ دیہات میں ابھی تک عیسائیت سے کچھ نہ کچھ پیار ضرور پایا جاتا ہے شہروں میں نہیں پایا جاتا۔

اگر خدا تعالیٰ نے چاہا اور اس نے توفیق دی تو دو ایک خطبات میں وہاں کے واقعات اپنے رنگ میں بیان کر دوں گا۔ اس نیت کیساتھ کہ ان چیزوں کا جو نتیجہ میرے دماغ نے نکالا ہے جب اس نتیجہ تک پہنچوں تو آپ میرے ساتھ پورا پورا تعاون کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق دے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۷ ؍ستمبر ۱۹۶۷ء صفحہ ۲ تا ۱۱)